بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہم انصاری نے یہ ناول (اگر اور جیتے رہتے از ماہم انصاری) صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھا ہے۔اس ناول (اگر اور جیتے رہتے از ماہم انصاری) کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔ لہذا کسی بھی ادارے، ڈائجسٹ، سوشل میڈیا، ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کو اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ: نیو ایرا میگزین

وہ اپنے کمرے میں اندھیرا کیے پشت بیڈ کی پائنتی سے ٹکائے زمین پر بیٹھا تھا۔ اس لمحے فائز کی ظاہری حالت اس کے اندر کا بخوبی پتا دے رہی تھی۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھامے وہ پریشان حال سا چند لمحوں پہلے رونما ہونے والے واقعے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ جب جب اسے اپنے کہے الفاظ یاد آتے اس کے چہرے کی پریشانی میں کچھ اور اضافہ ہوتا چلا جاتا۔

"تو میں نے خود ہی اس کے سامنے اپنا راز افشاں کر دیا" اس نے درد سے پھٹتے سر کو دائیں ہاتھ کی مدد سے دبانا شروع کر دیا۔

"کیا سوچتی ہوگی وہ میرے بارے میں؟" اس کی حالت عجیب ہو رہی تھی۔

"اور کیا اب وہ یہاں رکے گی؟" اس کے ذہن میں ایک بڑا سا سوالیہ نشان نمودار ہوا۔

"اگر وہ چلی گئی تو میں اماں سے کیا کہوں گا؟ اور انہیں کس طرح سنبھالوں گا؟" لمحہ بہ لمحہ اس کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔

"یا اللہ! یہ کیسی سزا ہے جس کا کوئی اختتام ہی نہیں۔ پچھتاوے کی آگ میں جل جل کر میرا وجود کوئلہ ہوا جا رہا ہے اور میرے گناہ ہیں کہ مجھے جلائے ہی جا رہے ہیں۔ میرے دل کے اندر موجود دکھ مجھے اندر ہی اندر دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں اور

مجھے یقین ہے کہ ایک دن آئے گا جب میری ذات بھر بھری ریت کی مانند ڈھے جائے گی۔ مضبوطی کا یہ خول جو میں اپنے اوپر چڑھائے پھرتا ہوں یہ بری طرح چیخ جائے گا اور پھر سارا زمانہ دیکھے گا کہ اندر سے میں کتنا کمزور تھا" اس نے اپنے ہونٹوں کو آپس میں بھینچ کر سسکیوں کو باہر نکلنے سے روکا۔ وہ رونا نہیں چاہتا تھا۔ جن کے آنسو پونچھنے والا کوئی نہیں ہوتا وہ اسی طرح اپنے تمام آنسو اپنے اندر ہی اتار لیتے ہیں۔ "آنسوؤں کو اندر اتار لینے سے انسان کمزور ہو جاتا ہے۔ جو آنسو ہم باہر بہانے کے بجائے اپنے دل میں جمع کر لیتے ہیں وہ ہماری ذات کو سیلن زدہ بناتے جاتے ہیں اور سیلن دیوار میں لگے یا انسان کی ذات میں۔ اس کا کام شے کو کمزور کرنا ہی ہوتا ہے۔ اپنے آنسو اللہ عزوجل کے سامنے بہالیا کرو۔ وہ ہماری سنتا بھی ہے اور ہمیں نوازتا بھی ہے۔ ایک وہی تو ہے جو ہماری مدد کر سکتا ہے اور وہی ہماری مدد کرتا ہے" نہ جانے کہاں سے وجدان کی نرم آواز اس کی سماعتوں میں گونجی تھی۔ وہ خاموشی سے اٹھا اور غسل خانے کی سمت چل دیا۔ ہاں! فائز کی امید اللہ کی واحد ذات سے ہی تو وابستہ تھی۔ یہی ایک روزن تھا جس سے وہ ہر حالت میں روشنی پھوٹتے دیکھتا تھا۔ اسی سے وہ اپنے تمام دکھ اور تکالیف کھل کر بیان کر سکتا تھا اور صرف وہی تھا جو ہر حال میں اس کی مدد کرتا تھا۔

New Era Magazine

****

وہ تو یہاں آتے ہوئے اپنے ساتھ کچھ بھی لے کر نہیں آئی تھی مگر جاتے ہوئے اتنا سامان اکٹھا ہو گیا تھا کہ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا انہیں کہاں رکھے۔ رکھے بھی یا نا رکھے۔ یہ سب کچھ ہی فائز کا لایا ہوا تھا۔ تمام جوڑے، جوتے اور حماد کی کتابیں وغیرہ۔

ایک پل کو اس کے دل میں شرمندگی نے جنم لیا۔

"اس نے ہم فقیروں کے لیے اتنا کیا اور میں! اس کی ایک برائی پر سے پردہ اٹھتے ہی تمام خوبیاں بھول گئی؟" وہ گرنے کے سے انداز میں بیڈ پر بیٹھی۔

"کیا اسی کو احسان فراموشی کہتے ہیں؟" وہ جیسے خود سے سوال کر رہی تھی۔

"ہاں اس نے مجھ پر احسان ہی تو کیا ہے۔ ورنہ کون ایک فقیرنی اور اس کے بھائی کو اپنے عالیشان محل میں رکھتا ہے وہ بھی بالکل اپنوں کی طرح؟" اس نظر گھما کر اپنے کمرے کو دیکھا۔ ایسا کمرہ تو حویلی کا بھی نا تھا۔

"یہ احسان نہیں قیمت تھی۔ اس کو تمہاری ضرورت تھی اور اس ضرورت کو پوری کرنے کے لیے اس نے قیمت ادا کی ہے" یہ آواز بھی اس کے اندر سے ہی آئی تھی مگر وہ اس آواز کو بالکل نہیں پہچانتی تھی۔ وہ نجانے کون تھا جو اس کو فائز سے دور جانے کے بہانے فراہم کر رہا تھا۔

"وہ ایک برائی جو آج تم نے دریافت کی ہے وہ کوئی چھوٹی برائی نہیں ہے۔ گناہ ہے وہ اور اسلام میں بھی اس کی سزا موت ہی ہے" اس نے گھبرا کر اپنے دونوں پاؤں بیڈ کے اوپر کر لیے اور گھٹنے موڑ کر ان کے گرد بازو لپیٹ کر بیٹھ گئی۔ اس کے چہرے پر خوف کے رنگ ایک بار پھر نمایاں ہونے لگے تھے۔

"تم ایک قاتل کے گھر میں رہ رہی ہو اور ایک قاتل کا احسان لینے کی غلطی بھی کر رہی ہو۔ قاتل اپنے احسان کے بدلے میں کچھ بھی مانگ سکتا ہے زویا! کچھ بھی" اس کا اپنا آپ اسے خوف زدہ کرنے پر تلا ہوا تھا۔ شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔ حالانکہ ابھی رات نے مکمل طور پر اپنی چادر نہیں پھیلائی تھی مگر کھڑکیوں پر پڑے بھاری پردوں کی وجہ سے کمرے میں اچھا خاصا اندھیرا ہو گیا تھا۔ مارے خوف کے زویا کو اندھیرے میں عجیب و غریب شکلیں نظر آنی شروع ہو گئی تھیں۔ حماد کچھ دیر پہلے ہی اپنا سامان لانے کے لیے کمرے سے باہر گیا تھا۔ اس نے حسرت بھری نظروں سے دور دیوار پر موجود سوئچ بورڈ کو دیکھا۔ اس میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ اٹھ کر لائٹ جلا پاتی۔ اسی پل دروازے پر ہونے والی ہلکی دستک نے اس کے رونگٹے کھڑے کر دیے۔ وہ کچھ اور سکڑ کر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر کے وقفے سے دستک دوبارہ ہوئی۔ زویا نے خوف زدہ نظروں سے دروازے کی سمت دیکھا جو لاک نہیں تھا۔ دستک ایک بار

New Era Magazine

پھر ہونے لگی تھی۔اس نے خشک ہوتے حلق کو تھوک نگل کر تر کیا پھر سر سراتی آواز میں بمشکل گویا ہوئی۔

"کک۔۔۔کون؟"اس کی آواز بے حد ہلکی تھی۔باہر موجود شخص نے شاید ہی سنی ہو۔

"حامد۔آپ کے لیے فائز صاحب نے کچھ بھیجا ہے"حامد کی آواز سن کر اس کی جان میں جان آئی۔البتہ حامد کے جملے کی وجہ سے دل کی تیز دھڑکنوں میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں آئی تھی۔

"آجائیں"وہ بیڈ سے نیچے اترتے ہوئے گویا ہوئی۔حامد دروازہ کھول کر اندر چلا آیا۔

"لائٹ جلادیں پلیز!"وہ ابھی تک اپنے آپ کو مکمل طور پر سنبھال نہیں سکی تھی۔نہ جانے کیا بھیجا تھا فائز نے۔حامد نے خاموشی سے لائٹ جلادی پھر ہاتھ میں ایک سفید لفافہ لیے اس کی سمت بڑھا۔

"یہ کیا ہے؟"اس نے حامد کے بڑھے ہوئے ہاتھ میں موجود لفافہ دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔صاحب دے گئے ہیں مجھے کہ آپ کو دے دوں"اس نے لاعلمی کا اظہار کیا۔زویا نے دھیرے وہ لفافہ اس کے ہاتھ دے لے لیا۔لفافہ تھامنے کے بعد

دل کچھ پر سکون ہوا تھا ورنہ وہ تو سوچ رہی تھی کہ کہیں اس کے لفافہ تھامتے ہی وہ بم بن کر پھٹ نا پڑے۔

"فائز صاحب کہاں ہیں اس وقت؟" اس نے کچھ وقفے کے بعد استفسار کیا۔

"وہ تو جی لندن واپس چلے گئے" حامد کی اطلاع پر وہ حیرت زدہ رہ گئی۔

"کیا؟ لندن واپس چلے گئے؟" اس نے حیرت سے تائید چاہی۔

"جی۔ جاتے جاتے مجھے یہ دے گئے کہ آپ کو دے دوں۔ آپ کو نہیں بتایا انہوں نے؟" وہ اس کی لاعلمی پر حیران تھا۔

"نہیں" اس نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ حیران ضرور ہوئی تھی مگر یہ خبر سن کر رہا سہا خوف بھی زائل ہو گیا تھا۔

"میں کھانا لگا دوں؟" حامد کے سوال پر اس نے بے اختیار گھڑی کی سمت دیکھا۔

"ہاں لگا دو۔ میں تو ابھی نہیں کھاؤں گی۔ اماں اور حماد کو کہہ دینا کھا لیں۔ اماں کی دوا کا وقت بھی ہو چکا ہے" وہ اسے ہدایت دینے لگی۔ اتنے دنوں میں سب کچھ اپنے گھر جیسا ہو گیا تھا مگر وہ اس حقیقت کو کسی طور جھٹلا نہیں سکتی تھی کہ یہ اس کا گھر نہیں تھا۔ اب تو اس سے بھی بڑی حقیقت اس کے سامنے سر اٹھائے کھڑی تھی کہ اس گھر کی مالکن کو اسی گھر میں خود اس گھر کے مالک نے مار ڈالا تھا۔ وہ جب اس کا یہ حال کر

New Era Magazine

سکتا تھا تو زویا کس گنتی میں تھی؟ وہ تو اس کے ساتھ کچھ بھی کر سکتا تھا۔ اس نے باہر جاتے حامد کو دیکھا۔ وہ تو سب کچھ جانتا ہو گا۔ الجھی ڈور کی پہلی گتھی تو فائز نے سلجھادی تھی مگر کئی گتھیاں تو ابھی باقی تھیں۔ خوف کے سائے زائل ہوئے تو تجسس اس پہ پر پھیلا کر بیٹھ گیا۔ اس نے لفافہ چاک کرنے سے پہلے دروازہ لاک کیا تھا۔

****

پلین کی کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے مسلسل اس کے ذہن میں شام کے مناظر گھوم رہے تھے۔

"دیکھو عائزہ! تم مر کر بھی زندہ ہو اور میں زندہ ہو کر بھی زندگی کو محسوس نہیں کر پا رہا" اس نے آنکھیں بند کر کے ان میں موجود نمی کو اس طرح چھپایا جیسے کسی پر اسرار کمرے کے دروازے بند کر کے اس کے رازوں پر پردہ ڈال دیا جائے۔

"تو فائز میر! تم نے خود ہی اپنے راز فاش کر دیے وہ بھی اس لڑکی کے سامنے جس کو تم ٹھیک سے جانتے بھی نہیں" اس کے اندر موجود فائز نے اس سے سوال کیا۔

"شاید مجھے اس کو گھر لانا ہی نہیں چاہیے تھا" اس نے اپنے گھنے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سوچا۔

"مگر پھر میں اماں کو کس طرح سنبھالتا" اس کی پریشانیوں کا انت تھا ہی نہیں شاید۔

"میں جو غلطیاں کر چکا ہوں انہیں سدھارنے کی کوشش آخری سانس تک کروں گا چاہے اس کوشش میں اپنا سب کچھ کیوں نا ہار جاؤں" اس نے ایک بار پھر خود سے عہد کیا۔ وہ جب جب اپنے ارادوں میں کمزور پڑنے لگتا تھا اسی طرح اپنے عہد دہراتا۔

"اپنے عہد دہرا لینے سے انسان کو وہ اچھی طرح یاد رہتے ہیں اور وہ چاہ کر بھی ان سے بھاگ نہیں پاتا" وہ بچپن سے اس قول پر یقین رکھتا آیا تھا۔ آج پھر اسے لگا تھا جیسے وہ اپنے ارادوں میں کمزور پڑنے لگا ہے۔ اس نے بے اختیار ہی تمام عہد دوہرانے شروع کر دیے۔

****

"کچھ حقیقتیں بہت بھیانک ہوتی ہیں۔ اتنی خوفناک کہ ان کا تعلق جس انسان سے ہوتا ہے وہ نا صرف اس انسان کو ڈراتی ہیں بلکہ اس سے جڑے لوگوں کے لیے بھی برا خواب ثابت ہوتی ہیں۔ ایسی حقیقتوں پر پردہ پڑا رہے یہی بہتر ہوتا ہے مگر! سچ کب چھپتا ہے؟ سچ کی مثال محبت کی خوشبو کی طرح ہے۔ جتنا چھپانا چاہو اسے ہر کوئی محسوس کرلیتا ہے۔ میرا سچ بھی تم تک پہنچ چکا ہے۔ میں گناہگار ہوں۔ اماں کا، عائزہ کا اور خود اپنا بھی۔ یہ سب جاننے کے بعد شاید تمہارا میرے گھر میں رہنا مشکل ہو جائے بلکہ

مجھے یقین ہے ایسا ہی ہو گا۔ کوئی بھی انسان کسی قاتل کے ساتھ کیوں رہنا چاہے گا؟ زویا! میں تمہیں جانے نہیں دے سکتا۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ تمہیں کبھی بھی میری وجہ سے کسی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا آئی سوئر! میں جانتا ہوں میرا ہر وعدہ بے معنی ہے تمہارے لیے مگر میں پھر بھی چاہتا ہوں کہ تم اماں کو چھوڑ کر کہیں نا جاؤ۔ انہیں تمہاری ضرورت ہے۔ میں لندن واپس جا رہا ہوں۔ شاید میری غیر موجودگی میں تم خود کو زیادہ محفوظ محسوس کرو۔ قاتلوں کو پتھر کی مانند سمجھا جاتا ہے حالانکہ بعض اوقات وہ احساس ہی ہوتا ہے جو لمحہ لمحہ ان کی جان لے رہا ہوتا ہے۔ ہر قاتل برا نہیں ہوتا زویا! ان کی قسمت بری ہوتی ہے۔ امید کرتا ہوں تم گھر چھوڑ کر نہیں جاؤ گی۔ اماں کا خیال رکھنا اور حماد کا بھی۔

فائز میر"

اس نے ایک گہری سانس لے کر خط اپنی گود میں رکھ لیا۔ تو وہ پہلے ہی اس کے ارادے بھانپ گیا تھا۔ نا جانے کیوں اس لمحہ زویا کو فائز پر رحم آیا۔

"قاتلوں کو پتھر کی مانند سمجھا جاتا ہے حالانکہ بعض اوقات وہ احساس ہی ہوتا ہے جو لمحہ لمحہ ان کی جان لے رہا ہوتا ہے" وہ سر کے نیچے ہاتھوں کا تکیہ بنا کر لیٹ گئی۔ سفید چھت کو گھورتے ہوئے اس کے تخیل میں وہ مسکراہٹ چلی آئی جس نے اسے

مسمرائز کیا تھا۔ ذہن کی اسکرین پر وہ مسکراہٹ دیکھتے ہوئے بھی وہ چند لمحوں کے لیے مسمرائز ہوئی تھی پھر جیسے کچھ خیال آنے پر اپنے ذہن سے اس سوچ کو جھٹکا۔

"کیا کرنا ہے اب؟" وہ دوبارہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور آس پاس بکھرے سامان پر نظریں دوڑائیں۔

"کیا مجھے اس کی بات ماننی چاہیے؟" اس نے ہتھیلی کو ٹھوڑی پر رکھتے ہوئے سوچا۔

"کہیں ایسا نا ہو کہ میں ہمدردی میں کوئی غلط فیصلہ کر بیٹھوں؟" وہ بری طرح کشمکش میں مبتلا تھی۔ اسی پل دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے نظریں گھما کر لکڑی کے اسٹائلش دروازے کو دیکھا پھر اٹھ کر دروازی کھولنے چل دی۔ دروازے کے باہر حماد کو دیکھ کر وہ واپس بیڈ کی سمت چلی آئی۔ حماد بھی دروازہ بند کرتا ہوا اس کے پیچھے چلا آیا۔

"کیا ہوا آپی؟ اب تک پیکنگ نہیں کی آپ نے؟" وہ اپنی چیزیں بیڈ پر ڈھیر کرتے ہوئے بولا۔

"ہم کہیں نہیں جا رہے" زبان سے غیر ارادی طور پر ادا ہونے والے الفاظ نے خود اسے بھی چونکا یا تھا۔ ابھی تو اس نے کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا پھر؟؟؟؟؟

"کیوں؟" حماد بھی حیران ہوا۔ اس نے خاموشی سے بیڈ پر پڑے خط کو اٹھا کر اس کے سمت بڑھایا۔ حماد نے نا سمجھی سے خط کو دیکھتے ہوئے اسے کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ چند لمحوں بعد خط پڑھ کر وہ خاموشی سے اس کے قریب بیٹھ گیا۔

"آپی!" ایک لمبی خاموشی کے بعد وہ دوبارہ گویا ہوا۔

"ہمم؟" وہ اب بھی کسی سوچ میں گم تھی۔

"مجھے فائز بھائی پر رحم آتا ہے مگر کہیں یہ ہمدردی ہمیں مہنگی نا پڑ جائے؟" اس کے الفاظ نے اسے گنگ کر دیا تھا۔ بالکل یہی تو وہ بھی سوچ رہی تھی۔

"میں نہیں جانتی حماد! مگر میں صرف ہمارا نہیں سوچ پا رہی۔ اگر ہم یہاں سے چلے گئے تو میرا ضمیر مجھے صلواتیں سناتا رہے گا اور مجھے چین کا ایک پل بھی نصیب نہیں ہو گا" وہ بے چارگی سے گویا ہوئی۔

"یہ جو ہم احساس رکھنے والے لوگ ہوتے ہیں نا؟ ہماری زندگی اس احساس کی وجہ سے ہی اجیرن ہوتی ہے۔ بے حس لوگوں کی زندگی کس قدر آسان ہوتی ہے۔ نا انہیں کوئی دکھ ستاتا ہے نا ہی خوشیوں سے کوئی فرق پڑتا ہے۔ ادھر ہمیں اپنے دکھ تو کیا دوسروں کے غم بھی رلا دیتے ہیں" اس نے اٹھ کر سامان سمیٹنا شروع کر دیا تھا۔ حماد تکیہ سیدھا کر کے اس سے پشت ٹکا کر بیٹھ گیا۔

New Era Magazine

"اماں کہتی تھیں۔ اللہ رب العزت نرم دل لوگوں کو پسند کرتا ہے" حماد کے الفاظ اس کی سماعتوں سے ٹکرائے اور اس کے متحرک ہاتھ چند لمحوں کے لیے ٹھہر گئے۔

"احساس ہی تو کھا گیا ان کو" اس کی آواز بہت ہلکی تھی مگر پھر بھی وہ حماد کی سماعتوں تک پہنچ گئی تھی اور اس کے دل میں سناٹے اترتے چلے گئے۔

****

لندن پہنچتے ہی ڈھیروں کاموں نے اسے بری طرح جکڑ لیا تھا۔ اتنے دن اس کی غیر موجودگی میں جو کچھ ہوا اسے وہ سب بھی چیک کرنا تھا۔ پہلے دو دنوں تک تو اسے وجدان کو اطلاع دینے تک کا وقت نا ملا کہ وہ واپس آ چکا ہے۔ آج اس نے صبح ہی طے کر لیا تھا کہ آفس جانے سے پہلے وجدان سے مل کر جائے گا۔ اس نے باہر نکلنے سے پہلے صوفے پر پڑا ابلو اوور کوٹ اٹھا کر بازو پر ڈالا اور گاڑی کی چابیاں اٹھا کر باہر نکل آیا۔ مرکزی گیٹ کی سمت بڑھتے ہوئے اس نے گھروں کی چھتوں پر جمی برف کو دیکھا۔

"آپ کو پتا ہے فائز! مجھے برف باری دیکھنے کا اتنا شوق ہے" ہوا کے دوش پر اڑتی آواز اس کی سماعتوں سے آ ٹکرائی۔

New Era Magazine

"برف باری؟ میں نے تو سینکڑوں بار دیکھی ہے۔ مجھے تو اس میں کچھ خاص نا لگا" اس نے ہونٹوں پر امڑتی شوخ مسکراہٹ کا گلا گھونٹتے ہوئے اسے تنگ کرنے کی غرض سے کہا۔

"میرے ساتھ دیکھیں کبھی۔ معلوم ہو جائے گا" عائزہ کے ہونٹوں پر بہت خوبصورت مسکراہٹ تھی۔

"کیوں؟ تمہارے ساتھ کیا برف کا رنگ گلابی ہو جائے گا؟" اس نے اس کے بائیں ہاتھ کی تیسری انگلی میں موجود خوبصورت انگوٹھی کو دیکھتے ہوئے کہا جو اس نے چند دن پہلے ہی عائزہ کو گفٹ کی تھی۔

"نہیں!" عائزہ کے قدم تھم گئے۔ اسے رکتے دیکھ کر فائز نے بھی اپنے بڑھتے قدموں کو روک لیا۔

"صرف برف ہی کیا۔ آپ کو سارے منظر گلابی محسوس ہوں گے" وہ آنکھیں بند کر کے گویا ہوئی۔ فائز نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔ ایک پل کے لیے اسے ایسا محسوس ہوا جیسے دنیا کے تمام رنگ اس ایک چہرے پر آٹھہرے ہیں مگر اگلے ہی پل! موبائل کی تیز آواز نے اسے ماضی سے حال میں لا پٹخا۔ عائزہ اپنے چہرے کے تمام رنگوں سمیت

غائب ہو چکی تھی۔ اس نے چونک کر جیب سے فون نکالا اور بغیر نام دیکھے ہی کال رسیو کر کے فون کان سے لگا لیا۔

"اسلام علیکم" اس کی آواز بہت دھیمی تھی۔

"وعلیکم اسلام! فائز اماں کی طبیعت اچانک بہت بگڑ گئی ہے۔ مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ کیا کروں؟" زویا کی گھبرائی ہوئی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

"کک۔۔ کیا ہوا اماں کو؟" وہ بری طرح پریشان ہو اٹھا۔

"مم۔۔ مجھے نہیں معلوم۔ میں اپنے کمرے میں تھی جب۔۔۔۔۔۔۔"

"تم حامد سے کہو انہیں فوراً ہسپتال لے جائے۔ میں آ رہا ہوں" وہ زویا کی بات کاٹ کر گویا ہوا۔

"او کے میں کہتی ہوں۔ آپ کب تک پہنچیں گے؟" زویا کی گھبراہٹ اس کی آواز سے عیاں تھی۔

"معلوم نہیں" فائز نے مختصر جواب دے کر کال بند کر دی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اڑ کر پاکستان پہنچ جائے۔ واپس اندر کی سمت جاتے ہوئے وہ فلائٹس چیک کرنے لگا۔ وجدان سے ملاقات کا خیال بھی اس کے ذہن سے نکل چکا تھا۔

٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭

(جاری ہے)

٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭

نوٹ

اگر اور جیتے رہتے کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظرِ ثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہو اگر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تاکہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

تعاون کا طلبگار

ادارہ(نیوایرا میگزین)

New Era Magazine